

تدبر قرآن

٩٨

البينة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلق

یہ سورہ سابق سورہ ————— القدر ————— کہ مثنیٰ ہے۔ اس میں قرآن کی عظمت بیان ہوئی ہے اور اس میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین دونوں گٹھ جوڑ کر کے اس وقت قرآن کی تکذیب کے لیے جو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قرآن کے باب میں انہیں کوئی واقعی شبہ ہے بلکہ اس کا سبب محض ان کا استکبار ہے۔ وہ ظاہر تو یہ کر رہے ہیں کہ اگر ان کو کوئی کھل ہوئی نشانی دکھا دی جائے تو وہ اس کو مان لیں گے لیکن یہ محض ان کا فریب ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا معجزہ بھی ان کو قائل کرنے والا نہیں بن سکتا۔ یہ اس کو دیکھ کر بھی اپنے استکبار پر پردہ ڈالنے کے لیے کوئی بات بنا ہی لیں گے۔ اہل کتاب آج مشرکین کی جوشیت، پناہی اور قرآن کی تکذیب کے لیے ان کو جو اعتراضات القاء کر رہے ہیں اگر اپنی تاریخ کے آئینہ میں اپنے کردار کو دیکھیں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جس طرح کے معجزے کا مطالبہ وہ آج کر رہے ہیں اسی قسم کے معجزوں کا مطالبہ ان کے پیشروؤں نے اپنے زمانے میں اپنے پیغمبروں سے کیا اور وہ ان کو دکھا بھی دیے گئے لیکن سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے دین کا تیا پانچا کر کے رکھ دیا۔ ایمان لانے کے لیے اصل چیز اللہ کی خشیت ہے۔ جن کے اندر یہ خشیت موجود ہے وہ اس کتاب پر ایمان لائیں گے۔ رہے وہ جن کے دل پتھر ہو چکے ہیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں خواہ ان کو کتنی ہی بڑی نشانی دکھا دی جائے۔

ب۔ سورہ کا زمانہ نزول

بعض مفسرین نے اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ان لوگوں کا ذہن اس طرف اس وجہ سے گیا کہ اس میں مشرکین مکہ کے ساتھ اہل کتاب کے رویہ کا بھی حوالہ ہے لیکن محض اتنی بات کسی سورہ کو مدنی قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ سورتوں کے پچھلے گروپ آپ کی نظروں سے اگر گزر چکے ہیں تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہر گروپ کی آخری ہی سورتوں

میں مشرکین مکہ کے رویے کے ساتھ ساتھ اہل کتاب کے رویے کی طرف بھی اشارے ہوئے ہیں جو
 کبالتدريج خفی سے جلی ہوتے چلے گئے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں ایک نئی رسالت اور
 ایک نئی دعوت کا معاملہ ایسا معاملہ نہیں تھا جس سے اہل کتاب، بالخصوص یہود بالکل غیر متعلق رہتے۔
 ان کے علماء اپنے صحیفوں کی پیشین گوئیوں کی بنا پر ایک نئی بعثت کا اندیشہ پہلے سے رکھتے تھے پھر
 وہ اس نئی دعوت کو نظر انداز کیسے کر سکتے تھے۔ البتہ شروع شروع میں انھوں نے اس کی مخالفت میں
 کوئی عملی حصہ اس وجہ سے نہیں لیا کہ قریش کی مخالفت کا انداز دیکھ کر انھوں نے خیال کیا کہ اس دعوت
 کو ختم کر دینے کے لیے یہ خود ہی کافی ہیں لیکن جب دیکھا کہ دعوت قریش کے علی الرغم و بنے کے
 بجائے بڑھ ہی رہی ہے تو انھوں نے بھی ان کی پشت پناہی شروع کر دی۔ اول اول تو انھوں نے یہ
 طریقہ اختیار کیا کہ کچھ اعتراضات و سوالات قریش کو سکھائے تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھیں اور آپ کو زچ کرنے کی کوشش کریں۔ پھر اپنی مذہبی برتری کے زعم میں انھوں نے نبی
 کی شناخت کے لیے بعض خود ساختہ علامتیں مقرر کیں اور قریش کو مشورہ دیا کہ وہ نئے مدعی نبوت کو
 ان کی بنائی ہوئی کسوٹی پر پرکھیں۔ مثلاً انھوں نے بتایا کہ ہمارے صحیفوں میں تو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ
 ہم اس وقت تک کسی نبی کی نبوت کی تصدیق نہ کریں جب تک اس کی پیش کی ہوئی قربانی کو کھانے
 کے لیے آسمان سے آگ نہ اترے۔ قرآن نے ان کی اس طرح کی شرارتوں کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔
 اور یہ کام انھوں نے دعوت کے ابتدائی دور ہی سے شروع کر دیا تھا اس وجہ سے جا بجا کئی سورتوں
 میں بھی ان کی طرف اشارہ ہوا۔ اس سورہ میں بھی اسی نوعیت سے قریش کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ
 کا ذکر فرمایا۔

ج۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

سورہ کے مطالب کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱-۳) پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح دی گئی ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین قریش کے جو انصار
 تمہارے درپے مخالفت ہیں، یہ گمان نہ کرو کہ کسی قیمت پر بھی وہ اپنی ہٹ سے باز آجائیں گے اور
 اس قرآن کو مان لیں گے۔ یہ تو اسی وقت مانیں گے جب آسمان سے کوئی فرشتہ صحیفے پڑھنا ہوا اترے
 اور وہ اس کو دیکھیں کہ وہ صحیفے لیے اتر رہا ہے۔

(۴-۵) اس کے بعد اہل کتاب پر قبضہ ہے کہ یہ ناہنجار لوگ آج رسول کی مخالفت کے جوش

لہ ہم نے اپنی اس کتاب میں ان کی طرف ہر جگہ توجہ دلا دی ہے۔

میں قریش کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں حالانکہ ان کی بدبختی کا یہ حال ہے کہ انھوں نے بڑے بڑے معجزے دیکھے لیکن پھر بھی ان کو اللہ کے دین پر قائم رہنا نصیب نہ ہوا بلکہ یہ سب کچھ دیکھ کر اندھے بنے رہے اور دین کی ان اساسات پر بھی متفق نہ رہ سکے جن میں کسی اختلاف کی بھی گنجائش نہیں تھی۔

(۶-۸) آخر میں اہل کتاب اور قریش دونوں کے استکبار پر ضرب لگائی ہے کہ یہ اپنے کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اس وجہ سے رسول کی دعوت کو خاطر میں نہیں لارہے ہیں حالانکہ یہ بدترین خلائق ہیں۔ یہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ اللہ کے نزدیک درجہ صرف ان بندوں کے لیے ہے جو غیب میں رہتے اپنے رب پر ایمان لائیں اور عمل صالح کریں نہ کہ ان مغروروں کے لیے جو سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب مانیں گے۔

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

مَكِّيَّةٌ ۸ آيات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ
 مُنْفِكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۱ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو
 صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۲ فِيهَا كُتِبَ قِيسَةٌ ۳ وَمَا تَفَرَّقَ
 الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۴
 وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۵
 حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ
 الْقِيَامَةِ ۶ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ
 فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۷ أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۸
 إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۹ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ
 الْبَرِيَّةِ ۱۰ جَزَاءُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ عِندَ رَبِّكَ حَتَّىٰ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۱۱ أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 وَرَضُوا عَنْهُ ۱۲ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۱۳

۱۳

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے (قرآن کا) انکار کیا وہ اپنی ہرٹ سے

ترجمہ آیات
۸-۱

بار آنے والے نہیں ہیں، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانی آجائے۔
یعنی اللہ کی طرف سے ایک فرستادہ، پاکیزہ اوراق پڑھتا ہوا، جس میں صاف احکام
لکھے ہوئے ہوں۔ ۱-۲

حالانکہ اہل کتاب کھلی ہوئی نشانی آجانے کے بعد ہی اختلاف میں پڑے۔ ان
کو حکم یہی ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، بالکل
یکسو ہو کر اور نماز کا اہتمام رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔ ۴-۵
بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر کیا، وہ دوزخ کی آگ میں
پڑیں گے، اسی میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ یہی لوگ بدترین خلائق ہیں! ۶

بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ بہترین خلائق ہیں۔ ان
کا صلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی کے باغ ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ
ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی! یہ صلہ اس کے لیے
ہے جو اپنے خداوند سے ڈرا۔ ۷-۸

الفاظ و اسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

لَوَيْكِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنَافِقِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيْتَةُ (۱)

یہاں 'لَوَيْكِنَ' فعل ناقص کے مفہوم میں نہیں بلکہ جس طرح 'وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا' اہل کتاب (النساء - ۴ : ۱۷) اللہ علیم و حکیم ہے) میں ہے اسی طرح یہاں بھی فعل تام کے مفہوم میں ہے اور مشرکین اس وجہ سے اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے قرآن اور رسول کا ضدی گروہ کا کفر کیا وہ اپنی ہیٹ سے باز آنے والے نہیں ہیں جب تک کھلی نشانی نہیں دیکھ لیں گے۔
'كَفَرُوا' کا مفعول یہاں، قرینہ کی وضاحت کی بنا پر محذوف ہے۔ یعنی جنہوں نے قرآن اور رسول کا انکار کر دیا ہے۔

'اہل کتاب' اور 'مشرکین' کا ذکر یہاں بحیثیت دو گروہوں کے ہے جو اس دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ مشرکین علاوہ طور پر اور اہل کتاب، جیسا کہ ہم نے تمہید میں اشارہ کیا، خفیہ طور پر لفظ 'مشرکین' جب یوں آتا ہے جس طرح یہاں آیا ہے تو مشرکین قریش یا مشرکین نبی اسمعیل کے لیے بطور علم آتا ہے۔ اس استعمال کی مثالیں قرآن میں متعدد نہایت واضح موجود ہیں۔

'مِنَ' یہاں اپنے مہدوت استعمال یعنی تبعیض ہی کے لیے ہے اس لیے کہ یہاں مشرکین اور اہل کتاب میں سے اس گروہ کا کردار بیان ہو رہا ہے جو اسلام کی مخالفت کے لیے اندھا بہرا بن کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں گروہوں میں سب ایک ہی طرح کے نہیں تھے بلکہ ان میں ایسے سنجیدہ افراد بھی تھے جو اسلام لائے اور اگر اسلام نہیں لائے تو کم از کم اس معاملے میں وہ میانہ رو یا غیر جانبدار رہے۔ قرآن میں اس طرح کے لوگوں کا ذکر تحسین کے ساتھ ہوا ہے۔ یہاں 'مِنَ' اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے کہ یہ صرف اس گروہ کا کردار بیان ہو رہا ہے جو اپنے مطلوبہ معجزات دیکھے بغیر کوئی بات سننے سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيْتَةُ یہ ان ضدیوں کی وہ شرط بیان ہوئی جس کے پورے ہوئے بغیر وہ اپنی ہیٹ دھرمی سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ 'بَيْتَةُ' کے معنی کھلی ہوئی نشانی کے ہیں۔ کھلی ہوئی نشانی سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو کوئی ایسا واضح معجزہ دکھایا جائے جس کے انکار کا کوئی

گنجائش باقی نہ رہے۔ ان کے اس مطالبہ کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہوا ہے۔ ہم بعض مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے ان کے ذہن کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

سورۃ نساء میں اہل کتاب کے مطالبہ کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے :

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ
تُنزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ
السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ
أَكْبَرًا مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فَتَالَعَا
أَرِنَا اللَّهُ جَهَنَّمَ .
(النساء - ۴ : ۱۳۵)

اہل کتاب تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر
آسمان سے براہ راست ایک کتاب اتار دو تب
وہ مانیں گے۔ ان کا یہ مطالبہ کچھ عجیب نہیں۔ موسیٰ
سے تو انھوں نے اس سے بھی بڑا مطالبہ کیا تھا۔
انھوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کو کھلا دکھا دو تب
ہم مانیں گے۔

اسی طرح مشرکین سے متعلق قرآن نے سورۃ مدثر میں بیان فرمایا ہے :

بَلْ يُبَدِّلُ خَلْقًا قَلِيلًا
مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتِي صُحُفًا مُّتَشَرِّهًا
(المدثر - ۷۲ : ۵۲)

بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ
اس کو کھلے ہوئے صحیفے پکڑائے جائیں۔

یعنی وہ اس قرآن کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جو وحی کے ذریعے سے صرف ایک شخص پر
نازل ہوتا ہے بلکہ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ آسمان سے ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ صحیفے
اتریں۔ تب وہ یقین کریں گے کہ فی الواقع اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے کتاب اتاری ہے۔

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ لَا يَمَسُّهَا كُتُبٌ قَبْلُهَا (۲-۳)

یہ 'البینۃ' کی وضاحت ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم سے منوانا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ براہ راست پاک اور اچھوتے اوراق پڑھتا ہوا اترے جن
میں نہایت واضح اور قطعی احکام مرقوم ہوں۔

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ، کے الفاظ سے واضح ہے کہ ان کا منشا یہ تھا کہ انسانوں میں سے اٹھا ہوا کوئی
رسول جو مدعی ہو کہ اس پر وحی آتی ہے، ان کو مطلوب نہیں ہے، بلکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آنے والا کوئی فرشتہ چاہتے ہیں جو پاک اور اچھوتے اوراق پڑھتا ہوا اترے۔

'صُحُفًا مُّطَهَّرَةً'، صحیفۃ ورق کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتہ کی بات
بھی اُس صورت میں باور کریں گے جب وہ خدا کی طرف سے صرف خبر دینے والا نہ ہو بلکہ جو کچھ لائے،
لکھے ہوئے اوراق میں لائے اور اس کو پڑھ کر سناٹے۔ ان اوراق کے لیے 'مُطَهَّرَةً' کی صفت میں یہ
مضمون مضمحل ہے کہ یہ اوراق بالکل پاکیزہ اور اچھوتے ہوں، خدا اور فرشتہ کے سوا کسی جن و بشر نے ان

کو یا تھ نہ لگایا ہو۔

فِيهَا كُتِبَ قِسْمَةٌ مِّمَّا كُتِبَ فِي الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۴) مذکورہ شرائط کے اوپر ایک مزید شرط یہ بھی کہ ان اوراق میں ادھر ادھر کی بہت سی سرگزشتیں اور حکایتیں نہ ہوں بلکہ سیدھے سیدھے قطعی اور واضح احکام ہوں کہ وہ ان کو سن کر توجہ لکھ جان لیں کہ ان کا رب ان کو کن باتوں کا حکم دیتا ہے اور کن باتوں سے روکتا ہے۔

مُكْتَبٌ، جمع ہے كِتَابٌ، سورہ بقرہ کی تفسیر میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ وہاں ہم نے بتایا ہے کہ یہ لفظ قرآن میں شریعت کے احکام کے معنی میں بھی آیا ہے۔ یہاں یہ اسی معنی میں ہے۔ قِسْمَةٌ، کے معنی سیدھے، واضح اور قطعی کے ہیں۔ یعنی ہمیں قطعی احکام بتائے جائیں، غیر متعلق باتیں سننے کے خواہش مند ہم نہیں ہیں۔ اس لفظ میں ان شریروں کی طرف سے قرآن مجید پر جو بعض باتیں لکھی گئی تھیں وہ اہل ذوق خود سمجھ سکتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح تورات کے احکام عشرہ الواح میں لکھ کر دیے گئے تھے اسی طرح واضح احکام، اوراق میں لکھے ہوئے لے کر فرشتہ آسمان سے ہمارے اوپر اترے تب ہم مانیں گے کہ یہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔

وَمَا نَقَرْتُمَا لَكُمَا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ (۴)

یہ مطالبہ چونکہ اہل کتاب کی ایجادات میں سے تھا جو انھوں نے قریش کے لیڈروں کو اس لیے اہل کتاب کے سکھا یا تھا کہ وہ اس کو قرآن کے خلاف استعمال کریں، اس وجہ سے قرآن نے اس کا جواب انہی کو سننے افتاء کرو رکھ کر دیا۔ فرمایا کہ ان کو ان کی طلب کے مطابق کوئی معجزہ دکھا بھی دیا جائے جب بھی یہ ماننے والے سامی مطالبہ کا نہیں ہیں۔ ان کی تاریخ شاہد ہے کہ ان کو جو شریعت دی گئی تھی وہ نہایت کھلے ہوئے معجزات کے جواب جلو میں دی گئی تھی، ان کے پیغمبر، حضرت موسیٰ نے قدم قدم پر ان کو قدرت خداوندی کے وہ کوششے دکھائے جو کسی قوم کو ان سے پہلے نہیں دکھائے گئے، تورات کے احکام عشرہ ان کو الواح میں لکھ کر دیے گئے۔ ان سے شریعت کا عہد لیتے وقت پہاڑ ان کے اوپر چھتری کی طرح اڑھا دیا گیا، ان کے لیے صحرا میں سایہ اور من و سلویٰ کا انتظام کیا گیا، پہاڑ سے ان کے لیے اکٹھے بارہ چشمے جاری کر دیے گئے لیکن یہ سارے کوششے اور معجزے دیکھنے کے بعد شریعت الہی کے ساتھ وفاق و مدارسی کا حق انھوں نے یوں ادا کیا کہ سامی سے ایک سچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی کہ یہی ہمارا معبود ہے۔ ان کے اسی قساد سے ان کے اندر سب سے پہلے انتشار پیدا ہوا جو امتداد زمانہ کے ساتھ بڑھتا گیا یہاں تک کہ اختلاف کے سوا کوئی چیز بھی ان کے درمیان مشترک نہیں رہ گئی۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَعَنَّا قَوْمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

الصَّلَاةَ دِينًا وَالزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ (۵)

یہ اس تفرق کی مثال ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہوا ہے۔ فرمایا کہ دین کی بنیادی چیزیں میں سے کوئی چیز بھی ایسی باقی نہیں رہ گئی ہے جس پر یہ قائم و استوار ہوں بلکہ ہر چیز میں ان کی راہیں الگ الگ ہو گئیں یہاں تک کہ اپنے اس اختلاف کی بدولت وہ ان کو ضائع کر بیٹھے۔ ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجید کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں اسی کے لیے اطاعت کو خاص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، لیکن انھوں نے دین کی یہ بنیادی تعلیم برباد کر دی۔ اپنے پیغمبر کی موجودگی میں انھوں نے ایک بچھڑے کی پرستش کی، عزیر کو ابن اللہ اور اپنے علماء و فقہاء کو اَدْبَابًا بِمَنْ دُونَ اللَّهِ تَبَايَا۔ جا دوا و راحمال سفلیا اختیار کر لیے یہاں تک کہ دوسری قوموں کے بتوں کی بھی پوجا کی جس پر ان کے نبیوں نے نہایت درد انگیز الفاظ میں نوحہ کیا۔

اسی طرح انھیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا تھا لیکن نماز انھوں نے جیسا کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں وضاحت ہو چکی ہے بالکل ہی ضائع کر دی یہاں تک کہ ترات میں اس کا ذکر بھی باقی نہیں رہا۔ ترات میں قربانی کا ذکر آتا ہے لیکن نماز کا ذکر بمنزلہ صفر ہے۔ یہی حال زکوٰۃ کا بھی ہوا۔ رسمی طور پر تو وہ باقی رہی لیکن اس کے اصلی حقدار فقراء و غرباء کی جگہ بنی لادھی کے علماء و فقہاء بن گئے اور ان کے علماء و فقہاء کی خست و نجات کا جو حال رہا ہے اس کا اندازہ کرنا ہو تو انجیلوں اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں ان کی زر پرستی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

ذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ یہ جواب ہے ان کے اس مطالبہ کا جو اَدْبَابًا كَتَبَ قِيَمَةً کے الفاظ میں نقل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ فی الواقع سیدھے اور واضح دین ہی کے طالب ہیں تو یہ احکام تو انہیں سیدھے اور فطری دین ملتِ ابراہیم کے احکام کی حیثیت سے دیے گئے تھے تو انھوں نے اسراں کو کیوں برباد کیا؟ اور یہ قرآن بھی ان کو انہی واضح اور قطعی باتوں کی طرف بلا رہا ہے تو اس کی مخالفت کے درپے کیوں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب جو سوالات اٹھا رہے ہیں یہ محض ان کے حسد کی پیداوار ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح یہ خود اپنے کو اللہ کی شریعت سے محروم کیے بیٹھے ہیں اسی طرح دوسرے بھی اس سے محروم ہی رہیں۔

ذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ یہ اصل میں ذَلِكْ دِينُ الْبِلَّةِ الْقِيَمَةِ ہے۔ قِيَمَةُ بھکا موصوف یہاں حذف ہو گیا ہے اور اس قسم کا حذف، قرینہ موجود ہو تو عربی میں معذرت ہے۔ اس اسلوب بیان سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ دین کی یہی وہ بنیادی تعلیمات ہیں جو حضرت ابراہیم کے خاندان کی دونوں شاخوں کو ان کے جدِ اعلیٰ کی وراثت کی حیثیت سے منتقل ہوئیں۔ تو حیف ہے، اگر انہی کی مخالفت کے لیے دونوں شاخیں گٹھ جوڑ کرنے کی کوشش کریں۔

دین قیم

یہ امر واضح رہے کہ ملتِ ابراہیم کا تعارف قرآن میں جگہ جگہ مِلَّةٌ قَیِّمَةٌ کی صفت سے کرایا گیا ہے۔ اس ملت پر مفصل بحث اس کے محل میں ہو چکی ہے۔ یہاں ہم صرف ایک آیت کے حوالہ پر اکتفا کریں گے، فرمایا ہے:

قُلْ اَسْتَقِيْمُوْهُ دِيْنًا قَيِّمًا مِّمَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
 کہہ دو۔ میرے رب نے میری رہنمائی ایک
 سیدھی راہ کی طرف فرمائی ہے۔ فطری
 دین، ملتِ ابراہیم کی طرف کیسے ہو کر۔

(الانعام - ۶ - ۱۶۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (۶)

یہ ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے جو قرآن کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں، خواہ وہ اہل کتاب اور میں سے ہوں یا مشرکین سے۔ ساتھ ہی اس میں ان کے اس کبر و غرور پر بھی ضرب لگائی ہے جو اس تکذیب کا سبب بنا۔

فرمایا کہ جو بھی قرآن کی تکذیب کر کے کفر کے ترکب ہوئے ہیں وہ سب جہنم میں بھر دیئے جائیں گے، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے۔ اہل کتاب ہو کر جھٹولنے سے اسی اندھے پن کا ثبوت دیا جس کا مظاہرہ مشرکین نے کیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ کسی رعایت کے مستحق ٹھہریں۔ ساتھ ہی یہ تاکید بھی ہے کہ یہ اس جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل کیے جائیں گے۔ یہ نہیں ہو گا کہ چند دنوں کے بعد اس سے ان کو نکالنا نصیب ہو جائے۔ یہاں اہل کتاب کے اس زعم پر نظر رہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے کہ ان کا گمان یہ ہے کہ اول تو دوزخ کی آگ سے ان کو کوئی سابقہ پڑنے والا نہیں ہے اور پڑا بھی تو وہ چند دنوں سے زیادہ کے لیے نہیں ہو گا۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ یہ ان کے کبر پر ضرب لگائی گئی ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین کے سردار، قرآن اور پیغمبر پر ایمان لانے کے لیے یہ شرط جو لگاتے تھے کہ جب تک کوئی فرشتہ آسمان سے اچھوتے صحیفے پڑھتا نہیں اترے گا یا جب تک ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں کھلے صحیفے نہیں پکڑائے جائیں گے اس وقت تک وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوائے رسالت میں سچے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ شرط وہ اس غرور کی بنا پر لگاتے تھے کہ وہ اپنے ہی اندر کے ایک شخص کو جو دنیوی اعتبار سے ان سے فروتر بھی ہے، خدا کا رسول مان کر اس کی اطاعت کا تلوہ اپنی گردن میں کس طرح ڈال لیں! ان کا یہ غرور ان کے لیے قبولِ حق سے مانع بنا حالانکہ حق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کے آگے گردن جھکا دینا ہر ایک پر

واجب ہے خواہ وہ کوئی بادشاہ ہو یا غلام۔ اگر کوئی شخص حق سے اکڑتا ہے تو وہ ابلیس کی ذریت میں سے ہے اور ابلیس کی ذریت بدترین خلائق ہے جس کا ٹھکانا صرف جہنم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۷)

یہ اللہ کے ان بندوں کا بیان ہے جو کبر و غرور کی آلائش سے پاک رہے اس وجہ سے ان کے اندر حق کا احترام باقی رہا۔ انہوں نے جب رسول کی دعوت سنی تو اس طرح کا کوئی مطالبہ نہیں کیا جس طرح کا مطالبہ مغروروں نے کیا بلکہ وہ اللہ کی کتاب پر ایمان لائے اور عمل صالح کی راہ پر چل پڑے۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو بہترین خلائق ہیں۔ اس لیے کہ انسان کی تدر و تمیث مال و اسباب اور خاندان و نسب سے نہیں بلکہ اس کے عقلی و اخلاقی اوصاف سے ہے۔ جن کے اندر یہ اوصاف موجود ہیں اللہ کے نزدیک وہی اشراف و سادات ہیں اگرچہ وہ روم یا حبش کے غلام ہوں اور جو ان اوصاف سے محروم ہیں وہ اللہ کے نزدیک ارذل خلائق ہیں اگرچہ وہ قرشی و ہاشمی سادات ہوں۔ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے قریش کے بیٹروں کی وہ پھتیاں ذہن میں تازہ کر لیجیے جو وہ ان غریب مسلمانوں پر حسرت کرتے تھے جو شروع شروع میں اسلام لائے تھے۔ ان کی طرف سے اس ترہین و تذلیل کے بعد رب السکوت والارض کی طرف سے ان کی اس سرفرازی سے کون اندازہ کر سکتا ہے کہ ان کے سر کتنے اونچے ہوئے ہوں گے!

ان بندوں کا
بیان جو اس کتاب
سے پاک رہے

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور جیسا کہ سورہ تین میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہترین ساخت اور نہایت اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر یہ اپنی قدر پہچان لے تو یہ بخیر السببیت ہے، خدا کی مخلوقات میں کوئی اس کے برابر کا نہیں۔ اور اگر یہ اپنی حقیقی قدر و قیمت سے بے خبر رہ کر زندگی گزارے تو یہ شذائے سببیت اور دَرْدَنُهُ اسْفَلَ سَفَلِينَ کا باکھل صحیح مصداق ہے۔ پھر یہ اتنی لپتی میں گرتا ہے جو صرف اسی کے لیے خاص ہے۔ خدا کی کوئی اور مخلوق اس لپتی تک نہیں گرتی۔ جس طرح انسان کے عروج کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح اس کے زوال کی بھی کوئی حد نہایت نہیں ہے۔ بڑی ہی اعلیٰ بات کہی ہے ان حکماء نے جنہوں نے کہا ہے کہ اے انسان! تو اپنے کو پہچان!

جَنَادٌ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَعَلَتْ عَذَابٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا طَرْضَى اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (۸)

یہ اللہ کے ان بندوں کا صلہ بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ اس دنیا میں ان کے لیے جو آزمائشیں مقدر ہیں، ان سے تو انہیں بہر حال گزرنا ہے لیکن اپنے رب کے پاس ان کے لیے اقامت کے ایسے باغ ہیں جن میں نہریں جاری ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوں گے۔

جَنَّتْ عَادَاتِنِ، کی وضاحت اس کے محل میں ہو چکی ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، یعنی اس جنت میں اللہ بھی ان سے راضی اور وہ بھی اس سے راضی۔ اللہ ان سے اس وجہ سے راضی کہ انہوں نے بندگی کا حق اس طرح ادا کیا جس طرح ان کو ادا کرنا چاہیے تھا اور جو ان کے رب کے معیار پر پورا اترتا اور وہ اللہ سے اس وجہ سے راضی کہ ان کے رب نے نہ صرف وہ وعدے پورے کیے جو ان سے کیے گئے تھے بلکہ ان کو وہ کچھ بخشا جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکے تھے۔

ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ، فرمایا کہ یہ مقام ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے، غیب میں رہتے ہوئے، مطلب یہ ہے کہ جو احمق سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر ماننا چاہتے ہیں وہ اسی طرح بھٹکتے رہیں گے۔ ان کا علاج کوئی نہیں کر سکتا۔ اس دنیا میں انسان کا اصلی امتحان یہی ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر ان حقائق پر ایمان لائے جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی ہے۔ وہ کان اور آنکھیں بند کر کے زندگی گزارے اور نہ اس بات کا منتظر رہے کہ سب کچھ سامنے دکھا دیا جائے تو وہ تب ماننے لگا۔ جس نے یہ امتحان پاس کر لیا وہی اس بات کا مستحق ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضلِ عظیم سے نوازے۔ جو اس میں اکام رہا وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے اور اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل کا کوئی حصہ عطا کرے۔

بتوفیق ایزدی ان سطور پر سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ - فَالْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا -

لاہور

۲۳ - مارچ ۱۹۸۰ء

۶ - جمادی الاول ۱۴۰۱ھ